ڈاکٹر اسد فیض
استاد شعبہ اردو،آئی ایم سی بیG-11/1اسلام آباد

# مشاہیرِ ادب کی نادر تحریریں

**Dr Asad Faiz**
*Department of Urdu,*
*IMCB, G-11/1, Islamabad*

**Rare Writings of Renowned Writers**

Literature is the reflection of life and society.This article contains initial writings of our famous urdu poets and writers.These unique poetic pieces also reflect gradual development in their thoughts and crafts. It will also help critics for further research and analysis in this matter to update the poetic individuality of a person and the history of urdu literature.

تحقیق ایک با معنی عمل ہے جس کا مقصد تلاش اور حقائق کی بازیافت ہے۔ تحقیق تخلیق کے لئے خام مواد فراہم کرتی ہے اور ادبی تاریخ کے کئی گمنام گوشے اس کی بدولت روشن تر ہو کر ادب کے سفر کو آگے بڑھاتے ہیں۔ قدیم ادبی جرائد میں ہماری ادبی تاریخ کے بہت سے لازوال شاہ کار محفوظ ہیں۔ یہ وقت کی گرد میں گم ہو کر ان جرائد کے بوسیدہ صفحات میں پوشیدہ آج کے قاری کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ ان کی کئی اعتبار سے افادیت ہے۔ پاکستان میں قدیم ادبی جرائد کے ذخیرے بہت کم لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ البتہ بیدل لائبریری اور غالب لائبریری کراچی، پنجاب پبلک لائبریری لاہور نے انہیں سلیقہ سے محفوظ کر رکھا ہے۔ ذاتی کتب خانوں میں ضیا اللہ کھوکھر صاحب کا کتب خانہ گوجرانوالہ، جھنڈیر لائبریری میلسی قابل ذکر ہیں۔ اِس مضمون میں معاصر ادب کے چند اہم اور بڑے ادیبوں کی اولین اور نادر تخلیقات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ تخلیقات ان ادیبوں و شعراء کے فنی ارتقاء، ابتدائی موضوعات اور اسالیب کو جاننے کے علاوہ اس دور کے ادب کے معیار کو جاننے کا بھی ایک ذریعہ ہیں۔

ادا جعفری:

ادا جعفری معاصر ادب کی سینئر شاعرہ ہیں۔ ان کے اب تک پانچ شعری مجموعے ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' (۱۹۵۰)، ''شہر درد'' (۱۹۶۷) ''غزالاں تم تو واقف ہو'' (۱۹۷۲) ''ساز سخن تو بہانہ ہے'' (۱۹۸۲ء) حرف شناسائی (۱۹۹۹ء)، موسم موسم (کلیات) اپریل ۲۰۰۲ شائع ہو چکے ہیں اور ان کی یہ دونوں نظمیں اُن کے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔

## تمنائیں۔۔!

اے کاش میں دل ہوتی　　جو نذرِ وفا ہوتا
اے کاش میں گل ہوتی　　جو تجھ پہ فدا ہوتا
برگِ گلِ تر ہوتی　　جو رہن صبا ہوتا
یا نغمہ جاں پرور　　جو تیری صدا ہوتا
میری یہ تمنا ہے
دل تجھ پہ فدا ہوتا!

دل تم پہ فدا کرتی　　میں تم پہ فدا ہوتی
تم ساز اگر ہوتے　　میں اس کی صدا ہوتی
تم سبزہ خوابیدہ　　میں موجِ ہوا ہوتی
صورت میں تمہاری میں　　یوں جلوہ نما ہوتی
پردہ جو دوئی کا ہے
’’وحدت سے‘‘ اُٹھا ہوتا!

دل آتش الفت سے　　اب شعلہ بداماں ہے
میں ہوں مری آہیں ہیں　　تنہائی ہے حرماں ہے
یہ بلبل غمگیں جو　　یوں ’’عرصہ سے‘‘ نالاں ہے
اک راز ہے ہستی کا　　جو اس میں پریشاں ہے
یہ قصہ غم اک دن
تم نے بھی سنا ہوتا!

بس جاتے خیالوں میں　　خونبار نگاہوں میں
بیمارِ محبت کی　　بیدار نگاہوں میں
ناکام تمنا کی　　بیمار نگاہوں میں
آوارہ اُلفت کی　　بیزار نگاہوں میں
یوں جام ِسکون میری
نظروں کو عطا ہوتا!

سرشار ادا کرتے　　بے خواب نگاہوں کو
تسکین وفا دیتے　　’’بے تاب کراہوں‘‘ کو
مر ہون کرم کرتے　　الفت کے گناہوں کو
پھر درس سکوں دیتے　　مظلوم کی آہوں کو
پھر جام محبت سے
مدہوش کیا ہوتا!

سنسار پہ ہم چھاتے پھولوں کی مہک بن کر
دنیا کو ضیا دیتے تاروں کی چمک بن کر

مہکاتے فضاؤں کو غنچوں کی مہک بن کر
الفت کی صدا دیتے چڑیوں کی چہک بن کر
دنیائے محبت میں
اک حشر بپا ہوتا![۱]

آہ وہ دن۔۔!

کہاں ہیں اب وہ دن جب محفلِ دل جگمگاتی تھی ہمارے لب پہ آ آ کر مسرت مسکراتی تھی!
مرے ہمدم! وہ دن، جب کیف صہبائے محبت سے ''کسی'' کی نرگسِ شہلا مجھے بے خود بناتی تھی!
نشاط و شادمانی کی دلوں پر حکمرانی تھی ضیائے مہرو الفت سے یہ دنیا جگمگاتی تھی!
ہمارے رازداں تھے یاسمن کے خوشنما سائے چمن کی ہر کلی درس وفا ہم کو سکھاتی تھی!
''سکون و ہوش کھو دیتے تھے''، ہم بزم محبت میں وہ دن! جب بادہ الفت کا تو ساغر لنڈھاتی تھی!
ہماری ہم زباں تھی چاند کی محسور کن کرنیں ہماری بے خودی پر خود محبت مسکراتی تھی!
وہ دن! جب تلخی فرقت سے ہم دونوں نہ تھے واقف محبت ہی محبت سازِ دل کو گدگداتی تھی!
کسی صورت سے گر عہد گزشتہ آ نہیں سکتا وہ دن! جب ہر نفس میں اک مسرت لہلہاتی تھی!
تو اب مجھ کو وہ لمحاتِ حسیں کیوں یاد آتے ہیں؟!
ادا وہ قصہ ہائے دلنشیں کیوں یاد آتے ہیں؟![۲]

**احمد ندیم قاسمی:**

احمد ندیم قاسمی (۱۹۹۶۔۲۰۰۶ء) نے بیسویں صدی کی تیسری دھائی کے ابتدائی برسوں میں لکھنا شروع کیا۔ یہ نظم ان کے ابتدائی دور سے متعلق ہے جب ان کی شاعری اور افسانے اختر شیرانی کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدے ''رومان'' لاہور میں تواتر سے شائع ہو رہے تھے۔ یہ نظم بھی اس دور کی یادگار ہے اور ان کے کسی شعری مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔

اختر شیرانی کے حضور میں!
(ایک آرزو جومدت سے اشعار کا جامہ پہننے کیلئے مضطرب تھی)

وہ جنت جو تری تخیل کے پہلو میں سوتی ہے
وہ جس کا ذرہ ذرہ اوجِ حیرت ہے ستاروں کا
وہ جس کی وادیوں پر سایہ رہتا ہے بہاروں کا
وہ جنت جو ترے ہر گیت میں مستور ہوتی ہے
وہ جنت تیرتی ہے جو شعاعوں کے سفینوں پر

جسے حوریں لئے پھرتی ہیں نورانی خلاؤں میں

وہ جھولا جھولتی ہے باغِ رضواں کی ہواؤں میں

وہ جنت جس کی بنیادیں ہیں نازک آبگینوں پر
وہ جنت جس میں سلمیٰ کی نگاہیں مسکراتی ہیں

سمندر سے پرے رعنائیوں کی ایک بستی ہے
جہاں تیرے مقدس نغموں کی بارش برستی ہے

پگھل کر چاند کی کرنیں جہاں نہریں بناتی ہیں
اُسی جنت میں اک ''آشفتہ سر کی بھی رسائی ہو
مری آنکھوں میں تو اور میرے قدموں پر خدائی ہو! (۳)

رشید شاہجہاں پوری:

رشید حسن خان دسمبر ۱۹۲۵۔جنوری ۲۰۰۶) محقق اور نقاد کے طور پر بے حد شہرت حاصل کی۔اردو ادب کی کئی کلاسیک اور اہم کتابوں کے مستند متن ترتیب دیئے جو کہ ان کا ایک بڑا تحقیقی کارنامہ ہے۔انہوں نے تنقید بھی لکھی لیکن راقم کو ان کی ایک نظم ایک ہندوستانی جریدے سے دستیاب ہوئی ہے۔جس دور کی یہ نظم ہے ان کا ایک مضمون اردو ادب علی گڑھ شمارہ نمبرا ،جون ۱۹۵۷،ص۱۰۴ میں بعنوان ''ایطا کے بعض متعلقات''طبع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ ہی نام استعمال کیا ہے۔

تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو

جب شام و سحر کی رعنائی عرفان کی طالب ہوتی ہے
جب نظاروں کی رنگینی نظارے کی جاذب ہوتی ہے
جب جلوہ فروشی فطرت کی نظروں کی محاسب ہوتی ہے
اے منظرِ دل ،مقصودِ نظر،تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو
جذبات کی محشر سامانی جب ہوش پہ غالب ہوتی ہے
جب دل کی اطاعت عقل کے مذہب میں بھی واجب ہوتی ہے
جب ہوش و جوانی کے ہاتھوں ہر بات مناسب ہوتی ہے
اے ہوش و خرد کے غارت گر ،تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو
جب فلسفیوں کی حدِ نظر دنیائے کواکب ہوتی ہے
جب رات کی خاموشی دن کے ہنگاموں پہ غالب ہوتی ہے
جذبات پریشاں میں جس دم ترتیبِ مناسب ہوتی ہے
اے وجہِ سکون قلب و جگر تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو
جب شاہد فطرت کی رغبت گویائی کی جانب ہوتی ہے
جب عقل بہ صد پیمانِ ارادت دل کی مصاحب ہوتی ہے
جب سازِ نفس کی خاموشی مضراب کی طالب ہوتی ہے
اے جانِ تمنا رہ رہ کر تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو
جب فکر سخن میں طبع رسا خلوت میں مراقب ہوتی ہے
جب فطرت شاعر ہستی کے جلووں سے مخاطب ہوتی ہے

جب شکر گزاری قدرت کی احساس پہ واجب ہوتی ہے
اسباب نہیں معلوم ،مگر تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو[۴]

ڈاکٹر وزیر آغا:

(۱۹۲۶۔۲۰۱۰) ایک عہد ساز ادبی شخصیت تھے۔انہوں نے شاعری اور تنقید کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں اور اُن کے ادبی جریدے ’’اوراق‘‘ نے کئی نسلوں کی ادبی تربیت کی۔ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی شاعری کی ابتدا نظم نگاری سے کی اور ان کا نظموں پر مشتمل پہلا مجموعہ ’’شام اور سائے‘‘ اکتوبر ۱۹۶۴ء میں منظر عام پر آیا۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں ’’ نصرت آرا نصرت‘‘ کے نام سے لکھنا شروع کیا تھا۔راقم کو ’’ساقی‘‘ سے ان کی ابتدائی دور کی ایک غزل دستیاب ہوئی ہے۔اس دور کی ایک نظم ’’دھرتی کی آواز‘‘ بھی ساقی میں اسی نام سے شائع ہوئی تھی جوان کے مجموعہ ’’شام اور سائے‘‘ میں صفحہ ۸۷ پر شامل ہے لیکن ڈاکٹر وزیر آغا نے فون پر مجھے خود بتایا تھا کہ مذکورہ غزل اان کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں۔

غزل
نصرت آرا نصرت

متاع زیست کا حاصل گنوا رہی ہوں میں
یہ کس کی راہ میں آنسو بچھا رہی ہوں میں
خزاں میں چھیڑا ہے میں نے بہار کا نغمہ
دیا بجھا تھا اسے پھر جلا رہی ہوں میں
یہ آسماں ہے بلند اور نظر ہے لا محدود
خیال خام میں آنکھیں تھکا رہی ہوں میں
لبوں پہ لا کے تبسم کا اک نیا انداز
دل غریب کی وحشت چھپا رہی ہوں میں
ستم تمہارا کہ آج تک رہے روٹھے
مرا قصور کہ اب تک منا رہی ہوں میں
چھلک گئی میری چشم غیور یہ کہہ کر
غم حیات کی تلخی بجھا رہی ہوں میں
فلک پہ ایک بھی انجم نہیں رہا نصرتؔ
یہ کس کو غم کی کہانی سنا رہی ہوں میں[۵]

---

## حواشی/حوالہ جات

۱۔ عزیز جہاں ادا بدایونی،تمنائیں،مشمولہ رومان،ماہ نامہ،لاہور،جلد نمبر ۵،شمارہ نمبر ۴،اگست ۱۹۳۷،ص ۱۹
۲۔ آہ وہ دن،مشمولہ رومان،جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۵،ستمبر ۱۹۳۷،ص ۳۵
۳۔ا حمد ندیم قاسمی،اختر شیرانی کے حضور میں،مشمولہ رومان،جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۶، اکتوبر ۱۹۳۷،ص ۵۰
۴۔ رشید شاہجہاں پوری،تم مجھ کو بہت یاد آتے ہو،مشمولہ آجکل،ماہ نامہ،دہلی،جلد نمبر ۱۵،شمارہ نمبر ۱۱،جون ۱۹۵۷،ص ۱۴
۵۔ ڈاکٹر وزیر آغا (نصرت آرا نصرت)،غزل،مشمولہ،ساقی،ماہ نامہ،دہلی،جلد نمبر ۳۳،شمارہ نمبر ۲،فروری ۱۹۴۶،ص ۶۲